© rasailojaraid.com

عمل کرنے کا نام ہے۔ اسی کا نام تزکیۂ نفس اور تطہیرِ باطن ہے اور پیغمبروں کی بعثت و دعوت کا مقصدِ اساسی بھی یہی ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شب و روز اسی دعوت اور اسی کی تعلیم و تربیت کے لئے وقف تھے۔ اصلاحِ نفس اس انداز سے فرماتے تھے کہ مریض کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا اور اچھا ہو جاتا تھا۔ کتنے ہی واقعات ہمارے علم میں ہیں کہ بڑے سے بڑا منکرِ خدا و مذہب آپ کے سامنے آیا اور آپ نے ابھی اسے صرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا کہ تائب ہو کر مومن راسخ بن گیا

فروری ۱۹۶۵ء میں چند روز کے لئے علی گڈھ بھی تشریف لائے تھے۔ ایک روز سہ پہر کو حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ کو اطلاع ہوئی تو فوراً اندر بلا لیا۔ کمرہ میں داخل ہوا تو سینہ سے لگا لیا اور کچھ پڑھتے رہے۔ پھر میری گردن کو بوسہ دیا اور لے کر بیٹھ گئے۔ کمرہ میں اُس وقت جو لوگ موجود تھے ان کو میرے پہنچتے ہی باہر چلے جانے کا حکم دیا۔ کم و بیش بیس منٹ گفتگو ہوئی ہوگی۔ اس کے بعد چائے اور مٹھائی وغیرہ طلب فرمائی۔ زندگی میں حضرت شاہ صاحب سے میری یہ پہلی ملاقات بھی تھی اور آخری بھی۔ لیکن اس وقت سے لے کر حج کے لئے روانگی تک اس گنہ گار پر پیہم الطاف و عنایات اور توجہاتِ خصوصی کی جو بارش ہوتی رہی ہے اور جس کے شاہدِ عینی حضرت کے مریدِ خاص اور میرے نہایت عزیز دوست حکیم سید افہام اللہ صاحب ریڈر طبیہ کالج علی گڈھ رہے ہیں وہ میری حیاتِ مستعار کا سرمایۂ سعادت و افتخار ہے۔ آہ صد افسوس! اب یہ غیر معمولی توجہ و شفقت بزرگانہ کہاں ملے گی! نور اللہ ضریحہٗ وطاب ثراہ۔

گذشتہ نظرات میں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں جمعہ کے بجائے اتوار کی تعطیل پر جو شذرہ لکھا گیا تھا اُس پر ہر طبقہ اور ہر خیال کے مسلمانوں نے سخت بے زاری اور ناراضگی کا اظہار کیا ہے ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ برہان میں نفسِ تعطیل جمعہ کی شرعی حیثیت کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے انھیں اس پر اعتراض نہیں۔ البتہ جو امر لائقِ افسوس ہے وہ یہ ہے کہ جامعہ میں یہ تغیّر تبدلی محض صدر جن سنگھ کی تقریر اور اُس کے زیرِ اثر ہندو طلباء کی درخواست اور ان کے مطالبہ پر کیا گیا ہے۔ گذارش یہ ہے کہ ہم نے نہ صدر جن سنگھ کی تقریر کہیں پڑھی اور سُنی تھی اور نہ طلباء کی درخواست کا علم تھا۔ ایک اخبار میں اس کا تذکرہ نظر سے ضرور گذرا تھا لیکن ہم نے اس کو چنداں شائستۂ اعتنا نہیں سمجھا اور اپنی توجہ تمام تر نفسِ مسئلہ کے بیان کرنے پر مرکوز رکھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب اگر واقعی صورتِ حال وہی ہے جسے بیان کیا جاتا ہے تو اس میں ہرگز کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ جامعہ کا یہ اقدام حد درجہ مذموم اور اعتراض کے قابل ہے۔ مرعوبیت۔ خوف زدگی اور احساسِ کمتری سو بلاؤں اور مصیبتوں کی ایک مصیبت ہے اور جو قوم یا طبقہ ان میں مبتلا ہو جاتے اُس کے فلاح یاب ہونے کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ ہر شخص کو معلوم ہے کہ جامعہ ایسا ہی ایک تہذیبی ادارہ ہے جیسے ہندو بنارس یونیورسٹی اور وسوا بھارتی شانتی نکیتن ہیں۔ یہ تہذیبی حیثیت ادارہ کی ہے اس بنا پر اس سے قطع نظر کہ کثرت کس مذہب و ملّت کے طلبا کی ہے جب تک یہ ادارہ قائم ہے اُس کی یہ تہذیبی حیثیت بہرحال قائم رہے گی اور دنیا میں کسی شخص کو اس پر اعتراض کرنے کا ہرگز کوئی حق نہ ہوگا چنانچہ آکسفورڈ اور کیمبرج کے علاوہ وہ تمام مشن کالج جو ہمارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اس دعوی کا بیّن ثبوت ہیں۔ بے شبہ ہر قوم کی طرح مسلمانوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی تہذیب کی قابلِ تغیر و تبدل قدروں میں زمانہ کے حالات اور تقاضوں کے مطابق خود تغیر و تبدل پیدا کریں۔ لیکن یہ حق سو فی صد ان کا ہے اور باہر کا کوئی شخص اُس میں دخل دینے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔ اگر وسوا بھارتی اپنی تہذیب پر اور بنارس اپنے کلچر پر پشیمان نہیں بلکہ اس کو مضبوطی سے تھامے ہوتے ہیں تو جامعہ اور علی گڈھ اپنی تہذیبی حیثیت پر کیوں منفعل ہوں۔ جسے نیشنل انٹیگریشن قومی یک جہتی کہا جاتا ہے وہ ایک تہذیب میں دوسری تہذیب کے مدغم اور منجذب ہو جانے کا نام نہیں بلکہ وہ مستقل اور منفرد تہذیبوں کے کسی ایک مشترک نقطۂ ارتباط پر مل جانے کا ہے۔ اور یہ اُسی وقت ممکن ہے جب کہ کم حوصلگی اور احساسِ کمتری کے بجائے خودداری اور حوصلہ مندی ہو۔ اور سورج اپنی کرنوں سے بے زار نہ ہو! افسوس ہے کہ صفحات میں گنجائش نہیں ہے ورنہ اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کرنے کو جی چاہتا تھا۔

گذشتہ ماہ نومبر میں وسوا بھارتی شانتی نکیتن میں "مذہب کے تین بنیادی مباحث۔ (گیان، کرما اور بھگتی) پر ایک آل انڈیا سیمینار ہوا جو تین روز تک جاری رہا۔ وسوا بھارتی کی براہِ راست دعوت پر راقم الحروف اس میں شریک ہوا۔ مقالہ پڑھا اور بحث میں حصہ لیا۔ مفصّل روئداد آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

© rasailojaraid.com